ہے۔ ایک مسلمان سلامتیِ ایمان کے ساتھ مرتے دم دنیا سے رخصت ہو، اس کے لیے بے خطا تدبیر کیا ہے؟

ج: اگر انسان ہوش وحواس کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا رہے اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرگرم رہے، کلمۂ طیبہ کا ورد رکھے اور خدا کی توحید کا واضح شعور رکھے، تو پھر اللہ کی ذات سے توقع یہی ہے کہ وہ حالتِ نزع میں خصوصی حفاظت فرمائے گا اور اپنے لیے ایسے مخلص اور مطیع بندے پر شیطان کا داؤ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ہرگز نہ چلنے دے گا۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ اہتمام بھی ہو کہ جب یہ کیفیت طاری ہوتی محسوس ہو تو اس وقت سورۂ یٰسین کی تلاوت اور اس کا ترجمہ پڑھایا سنایا جائے تو ان شاءاللہ اور زیادہ حفاظت کی توقع ہے۔ یہ بظاہر غیرممکن ہے کہ جو بندہ زندگی میں اللہ اور رسولؐ کا مخلص، وفادار اور اطاعت کیش رہا، جسے اللہ کی توحید کا پورا شعور رہا اور توحید خالص پر ایمان رکھتا ہو، رسولؐ پر ایمان اور آپؐ سے سچّی اطاعت و پیروی کا تعلّق رکھتا رہا، کسی ایسے بندے کو نزع کے وقت خالقِ کائنات یوں ہی چھوڑ دے کہ شیطان اس پر اپنا جال پھیلائے، نہیں بلکہ خدا اپنے ایسے بندے کی حفاظت ضرور فرمائے گا۔(مولانا محمد یوسف اصلاحی، مسائل اور ان کا حل، ص۳۶۲)

بھلی بات کرو، ورنہ خاموش رہو

س: حدیث نبویؐ ہے کہ: بھلی بات کہو یا خاموش رہو، تو کیا اس حدیث کی روشنی میں زیادہ بولنا حرام ہے؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار حدیثوں میں زبان کی تباہ کاریوں سے خبردار کیا ہے۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے:

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ، جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

ایک دوسری حدیث ہے:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا قَالَ خَیْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ ، اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر،

جس نے بھلی بات کہی اور اجر و نعمت کا حق دار ہوا یا خاموش رہا تو محفوظ رہا۔

بلاشبہہ زیادہ بولنا اور بے وجہ بولتے رہنا انسان کے لیے تباہی کا باعث اور گناہوں کا سبب ہے۔ امام غزالیؒ [م: ۱۸ دسمبر ۱۱۱۱ء] نے ان گناہوں کی تعداد ۲۰ بتائی ہے، جو زبان کے غلط استعمال سے سرزد ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالغنی النابلسیؒ [م: ۵ مارچ ۱۷۳۱ء] نے اس تعداد کو ۷۲ تک پہنچا دیا ہے۔ ان میں سے اکثر گناہِ کبیرہ کے زُمرے سے ہیں، مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، لوگوں کی عزت کے بارے میں کلام کرنا اور دوسروں کا مذاق اُڑانا وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ انسان حتی المقدور خاموشی کا راستہ اختیار کرے تاکہ ان گناہوں سے محفوظ رہے۔ خاموش رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ہونٹوں کو سی لے اور زبان پر تالا ڈال لے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس بات کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو کسی بھلی اور معروف بات کے لیے کھولے ورنہ اسے بند رکھے۔

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں ان سے اکثر خطائیں سرزد ہو جاتی ہیں اور ان خطاؤں کے سبب وہ لوگوں میں مذاق اور استہزا کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ اسی لیے بندۂ مومن جب بھی کوئی بات کرے اسے اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ خدا کے فرشتے اس کی ہر بات نوٹ کر رہے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌo (قٓ ۵۰:۱۸) کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

(ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فتاویٰ یوسف القرضاوی، ص ۵۹-۶۰)

ماہنامہ عالمی
ترجمان القرآن مشن ہے، پیغام ہے، دعوت ہے

خیر کا یہ چشمہ ۸۲ سال سے جاری ہے، آیئے اسے ہر گھر تک پہنچائیں

- سالانہ خریدار بنیے ـــــ زرِتعاون: 400 روپے
- پانچ سالہ خریدار بنیے ـــــ زرِتعاون: 1700 روپے
- اعزہ و احباب کو نمونے کا پرچہ ہدیہ کیجیے۔

خصوصی تعاون کیجیے، **معاون خصوصی** بنیے ـــــ صرف: 6000 روپے